صدقۂ فطر میں قیمت کی ادائیگی کا حکم اور بعض شبہات کا ازالہ

جمع وترتیب

حافظ علیم الدین یوسف

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ محمد اشفاق سلفی

(مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ در بھنگہ بہار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوران روزہ سرزد ہونے والی غلطیوں کے ازالہ کیلیے رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ الفطر واجب فرمایا ہے (اور نبی اکرم ﷺ کا فرض کردہ اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ جیسا ہے) جس کا نکالنا ہر مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام (غلاموں کے آقا پر) واجب اور فرض ہے.

میں نے جس مسئلہ پر خامہ فرسائی کی ہے وہ ایک اختلافی مسئلہ ہے. گذشتہ چند سالوں سے صدقۂ فطر میں قیمت کی ادائیگی کے مسئلے نے زور پکڑ رکھا ہے اس لیے میں نے مسئلے کی وضاحت اور راجح قول کی نشاندہی ضروری سمجھی. واللہ المستعان.

سب سے پہلے ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک صدقۃ الفطر میں غلہ دینا ہی اصل ہے البتہ اختلاف اس امر میں ہے کہ کیا غلہ کے عوض قیمت دینی جائز ہے؟ چنانچہ مسئلہ ھذا میں علماء کرام سے تین اقوال منقول ہیں:

پہلا قول: صدقۂ فطر میں صرف غلہ ہی نکالنا جائز ہے، لہذا اگر کسی نے غلہ کے علاوہ کوئی اور شیء نکالی تو اس کا صدقۂ فطر ادا نہ ہو گا۔

اس قول کے قائل امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ ہیں۔ معاصرین علماء میں محدث عصر امام البانی، امام ربانی سماحۃ الشیخ ابن باز اور فقیہ العصر علامہ محمد بن صالح العثیمین (ائمۂ ثلاثہ) رحمہم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں.

دوسرا قول: مسلمان کیلیے جائز ہے کہ وہ صدقۂ فطر اگر چاہے تو غلہ سے ادا کرے اور اگر چاہے تو اس کی قیمت ادا کرے۔ اس قول کے قائل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔

تیسرا قول: اگر مصلحت اور حاجت پائی جائے تو قیمت بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

اس قول کی نسبت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف کی گئی ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب قول کی حقیقت:

تحقیق و تمحیص کے بعد یہی واضح ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے صدقۂ فطر میں صرف غلہ نکالنے کی بات ہی ثابت ہے، رہی بات ان کی طرف منسوب قول کی تو در حقیقت وہ تمام اقوال جن میں قیمت نکالنے کی بات ہے تو وہ سب کے سب مال کی زکاۃ سے متعلق ہیں نہ کہ صدقۂ فطر سے متعلق۔

ذیل کی سطور میں، میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے وہ تمام اقوال پیش کرتا ہوں جو "زکاۃ میں قیمت" نکالنے سے متعلق ہیں۔

- "وَيَجُوزُ إخْرَاجُ الْقِيمَةِ فِي الزَّكَاةِ لِعَدَمِ الْعُدُولِ عَنْ الْحَاجَةِ وَالْمَصْلَحَةِ مِثْلُ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَةَ بُسْتَانِهِ أَوْ زَرْعَهُ فَهُنَا إخْرَاجُ عُشْرِ الدَّرَاهِمِ يُجْزِئُهُ وَلَا يُكَلَّفُ أَنْ يَشْتَرِيَ تَمْرًا أَوْ حِنْطَةً".[١]

"اگر حاجت و مصلحت نظر انداز نہ ہو رہی ہو تو زکاۃ میں قیمت نکالنی جائز ہے، جیسے کہ کوئی شخص اپنے باغ کا پھل بیچے یا اناج فروخت کرے، تو ایسی صورت میں درہم کا دسواں حصہ نکالنا کافی ہو گا، اسے کھجور یا گیہوں خریدنے کا مکلف نہیں کیا جائے گا"۔

[١] الفتاوى الكبرى لابن تيمية (٥/ ٣٧٢).

- ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ: "وَالثَّالِثُ: أَنَّهُ لَا يُجْزِئُ إِلَّا عِنْدَ الْحَاجَةِ، مِثْلَ مَنْ يَجِبُ عَلَيْهِ شَاةٌ فِي الْإِبِلِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ".[١]

"اور (زکاۃ میں قیمت نکالنے کے مسئلے میں) تیسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنا حاجت کے وقت جائز ہو گا، مثال کے طور پر کسی کے اوپر اونٹ کی زکاۃ میں ایک بکری واجب ہوئی ہو اور اس کے پاس بکری نہ ہو۔

ان دونوں اقوال میں غور فرمائیں!

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بطور مثال جن امور کو ذکر کیا ہے ان سے صاف واضح ہے کہ وہ اس زکاۃ کی بات کر رہے ہیں جو سالانہ طور پر نکالی جاتی ہے، کیوں کہ مال کا دسواں حصہ زمین سے نکلنے والے اناج پر یا پھلوں پر واجب ہوتا ہے۔

اسی طرح اونٹ میں جس زکاۃ کا وجوب ہے وہ مال کی زکاۃ ہے، صدقۂ فطر نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے صدقۂ فطر کے مسئلہ پر بات کی تو قیمت نکالنے کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ غلہ نکالنے کو ہی واجب کہا ہے۔

ملاحظہ کریں صدقۂ فطر کے سلسلے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقوال:

- "وَلِهَذَا أَوْجَبَ اللَّهُ طَعَامًا كَمَا أَوْجَبَ الْكَفَّارَةَ طَعَامًا".[٢]

---

[١] القواعد النورانية (ص: ١٣٦).

[٢] الفتاوى الكبرى لابن تيمية (٢/ ٤٩١).

" اور اسی لیے اللہ رب العالمین نے (صدقۂ فطر میں) غلہ واجب کیا ہے جس طرح سے کفارہ کی ادائیگی میں غلہ واجب کیا ہے"۔

(واضح رہے کہ یہ بات ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صدقۂ فطر کے باب میں کہی ہے)۔

- ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "جَعَلَهَا طُعْمَةً لَهُمْ يَوْمَ الْعِيدِ يَسْتَغْنُونَ بِهَا، فَإِذَا أَخَذَ الْمِسْكِينُ حَفْنَةً لَمْ يَنْتَفِعْ بِهَا وَلَمْ تَقَعْ مَوْقِعًا". [1]

"اور اسے (صدقۂ فطر کو) مساکین کیلیے کھانے کی چیز بنائی جس کے ذریعہ وہ (مانگنے سے) بے نیاز ہو سکیں، لہذا اگر مسکین ایک مٹھی لے گا تو نہ ہی وہ اس سے کوئی فائدہ اٹھائے گا اور نہ ہی صدقہ کی ادائیگی کا مقصد پورا ہوگا"۔

اسے بھی ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صدقۂ فطر کے باب میں بیان کیا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک **"طعمة"** سے مراد غلہ ہے، کیوں کہ انہوں نے کہا کہ "اگر مسکین مٹھی بھر لے۔۔۔۔"، اور ہم یہ جانتے ہیں کہ جو چیز مٹھی بھر دی جاتی ہے وہ غلہ ہے نہ کہ قیمت۔

بلکہ انہوں نے اگلی سطر میں اس کو اور بھی واضح کرتے ہوئے کہا کہ: **"حفنة من الحنطة"** یعنی مٹھی بھر گیہوں۔

---

(۱) الفتاوى الكبرى لابن تيمية (۲/ ٤٩٢).

- ایک تیسرے مقام پر فرماتے ہیں: "وَصَدَقَةُ الْفِطْرِ وَجَبَتْ طَعَامًا لِلْأَكْلِ لَا لِلِاسْتِنْمَاءِ، فَعُلِمَ أَنَّهَا مِنْ جِنْسِ الْكَفَّارَاتِ".[1]

"اور صدقۂ فطر غلہ کی صورت میں اس لیے واجب ہوا تاکہ (فقیر) اسے کھائے نہ کہ اس سے (اپنامال) بڑھائے، یہی وجہ ہے کہ وہ کفارات کی جنس سے ہے"۔

ان تمام امور سے یہی واضح ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر کے مسئلے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول بھی جمہور کے قول کے موافق ہے۔ واللہ اعلم۔

یہی تحقیق دکتور محمود ابراہیم الخطیب رحمہ اللہ کی بھی ہے۔[2]

قول اول کے دلائل اور ان کی توضیح:

صدقۂ فطر کی فرضیت کے سلسلے میں مختلف الفاظ کے ساتھ کئی ایک احادیث وارد ہوئی ہیں، میں سب سے پہلے تمام الفاظ کو جمع کروں گا پھر ان کی توضیح آپ کے سامنے رکھوں گا. ان شاءاللہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث: عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: "فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر صاعا من تمر، أو صاعا.....".[3]

---

[1] الفتاوى الكبرى لابن تيمية (٢/ ٤٩٢).

[2] (مجلة الجامعة الإسلامية: العدد، ٢٤-١٤٢٤)

[3] (صحيح البخاري: ١٥٠٣، ١٥١١- أبو داؤود: ١٦١٢- نسائي: ٢٥٠٤، ابن خزيمة: ٢٣٩٧- ابن حبان: ٣٣٠٣)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر میں ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، واجب کیا.....

ان تمام روایات میں دو طرح کے اناج کا ذکر ہے، کھجور اور جو.

وہ روایات جن میں زمانہ نبوی میں صدقہ فطر کی ادائیگی کا عملی نمونہ بیان کرتے ہوئے صنف کے بیان کا خیال رکھا گیا ہے جنس کا نہیں، بطور مثال ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

" كنا نخرج زكاة الفطر ورسول الله صلى الله عليه وسلم فينا، عن كل صغير وكبير، حر ومملوك، من ثلاثة أصناف: صاعا من تمر، صاعا من أقط، صاعا من شعير".[1]

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام کی جانب سے تین قسم کے غلوں میں سے صدقہ نکالتے تھے، کھجور میں سے ایک صاع، پنیر میں سے ایک صاع اور جو میں سے ایک صاع....

- وہ روایات جن میں جنس کی تعیین کی گئی ہے اور زمانہ نبوی میں موجود اس جنس کی اصناف کا ذکر بھی کیا گیا ہے، بطورِ مثال یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، قال: "كنا نخرج في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعا من طعام"، وقال أبو سعيد: "وكان طعامنا الشعير والزبيب والأقط والتمر".[2]

---

[1] (صحيح مسلم: ٩٨٥).

[2] صحيح البخاري: ١٥١٠.

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں عید الفطر کے دن ایک صاع غلہ نکالتے تھے.

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہمارا کھانا (ان دنوں) جو، زبیب، پنیر اور کھجور ہوا کرتا تھا.

واضح ہو کہ اس روایت کے بعض الفاظ میں "صاعا من طعام" کے بعد کے بقیہ الفاظ حرف عطف "أو" کے ذریعہ طعام پر ہی عطف ہیں، جس سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ طعام سے مراد کچھ اور ہے، مگر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث اس باب میں سب سے واضح ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابی رسول نے پہلے یہ بیان کیا کہ صدقہ فطر کس جنس سے نکالا جائے گا پھر اس بات کی بھی توضیح کی کہ ہمارے زمانے میں اس جنس کی کتنی انواع موجود تھیں جو عموماً لوگ استعمال کیا کرتے تھے.

لہذا جن روایات میں طعام کی انواع کا ذکر آیا ہے اس سے حصر مراد نہیں ہے بلکہ اس زمانے میں عمومی طور پر استعمال کیے جانے والے طعام کی اصناف کا ذکر مقصود ہے.

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ دعویٰ کی دلیل کیا ہے؟

تو عرض ہے کہ اس کے کئی ایک دلائل ہیں:

ا. حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ صدقۂ فطر **جنس طعام** سے نکالا جائے گا، ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا گیا کہ آگے جو اصناف طعام ذکر کی جارہی ہیں وہ اس لیے کیوں کہ ہمارے زمانے میں عام طور سے یہی موجود تھیں.

۲. مختلف روایات میں اصناف طعام کی تعداد کا اختلاف.

جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا کہ بعض روایات میں دو، بعض میں تین اور بعض میں چار اصناف کے طعام کا ذکر کیا ہے.

یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صدقہ فطر میں مطلوب، جنس طعام ہے البتہ أنواع کا اعتبار ہر ملک اور زمانے کے اعتبار سے ہو گا، ورنہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی توضیح "وکان طعامنا....." کا کوئی فائدہ نہیں رہ جاتا.

۳.عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أدوا صاعا من طعام يعني في الفطر".[١]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اناج میں سے ایک صاع ادا کرو.

یعنی صدقہ فطر میں.

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے.[٢]

۳. صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان کہ صدقہ فطر جنس طعام سے نکالنا ہے. یہ اثر ملاحظہ فرمائیں:

عن أيُّوب قال: سمعت أبا رجاء يقول: سمعت ابن عبَّاس يخطب على المنبر، وهو يقول في صدقة الفطر: صاعًا من طعامٍ.

[١] السنن الكبرى للبيهقي : ٧٧٠٦.

[٢] السلسلة الصحيحة: ١١٧٩.

قال البيهقيُّ: هذا هو الصَّحيح، موقوفٌ.(١)

ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو رجاء رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے صدقہ فطر کے بارے میں فرمایا کہ: (وہ) غلہ میں سے ایک صاع ہے.

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ روایت موقوفا صحیح ہے.

۴. ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف مقدار کی تعیین کے سلسلے میں تھا نا کہ صنف کے سلسلے میں.

اس تعلق سے دو دلیلیں ذکر کی جاتی ہیں:

پہلی دلیل: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول: "تِلْكَ قِيمَةُ مُعَاوِيَةَ لَا أَقْبَلُهَا وَلَا أَعْمَلُ بِهَا.(٢)

ترجمہ: وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے متعینہ قیمت ہے جسے میں قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل کروں گا.

غور فرمائیں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوری رائے پر اعتراض نہیں کیا لہذا یہ نہیں کہا کہ: "ذاك رأي معاوية" بلکہ اختلاف صرف قیمت پر تھا کہ انہوں نے نصف صاع گیہوں (قیمت کا موازنہ کرکے) کیوں مقرر کیا؟

---

(١) السنن الكبرى للبيهقي: ٧٧٠٥.

(٢) صحيح ابن خزيمة: ٢٤١٩

دوسری دلیل: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول اسی واقعہ کی بعض روایات میں یہ لفظ آیا ہے کہ: "لا أخرج أبدا إلا صاعا"(١) میں ہمیشہ ایک صاع ہی نکالا کروں گا.

صاحب مرعاۃ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے مذکورہ واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"إن أباسعيد لما تحقق عنده إن الصحابة أخرجوا في زمنه - صلى الله عليه وسلم - صاعاً من جميع ما أخرجوا من الشعير والأقط والتمر والزبيب. وغيرها ذهب إلى أن المقدار الواجب من كل شيء صاع، أو لما رأى أن النبي - صلى الله عليه وسلم - شرع لهم صاعا من غير البر، ولم يبين لهم حال البر، فقاس عليه أبوسعيد حال البر، ورأى أن الواجب في البر أيضاً صاع. وقد روى أبوداود عن عياض قال سمعت أباسعيد يقول: لا أخرج أبداً إلا صاعاً (أي من كل شيء)".(٢)

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب یہ بات متحقق تھی کہ صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں، جو، پنیر، کھجور، اور زبیب اور دیگر جتنی بھی اصناف ہیں سب میں سے صدقہ فطر نکالا کرتے تھے لہذا ہر صنف میں واجب مقدار ایک صاع ہے، یا یہ کہ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے گیہوں کے علاوہ دوسری اصناف میں ایک صاع مشروع کیا ہے اور انہیں گیہوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے گیہوں کو مذکورہ اصناف پر قیاس کیا اور گیہوں میں ایک صاع نکالنے کو واجب سمجھا.

---

(١) سنن أبي داود: 1618

(٢) (مرعاة المفاتيح: ٦/١٩٦).

چنانچہ ابو داؤود کی ایک حدیث میں عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میں تو ہمیشہ ایک صاع ہی نکالوں گا(یعنی ہر چیز میں سے).

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

قلت: قد عرفت مما قدمنا أن أباسعيد كان يرى أن الواجب من كل شيء صاع خلافاً لمعاوية، ومن وافقه، ولكنه لم يخرج من البر قط لا صاعاً ولا نصفه لا؛ لأنه ما كان يعرف القمح في الفطرة بل إتباعاً لما كان يفعله الصحابة في زمانه – صلى الله عليه وسلم – من إخراج غير البر، وكذا ابن عمر.[1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ (سابقہ سطور میں) جو کچھ میں نے پیش کیا اس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کے برعکس، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تمام اشیاء میں ایک صاع نکالنے کے وجوب کے قائل تھے البتہ انہوں نے (صدقہ فطر) گیہوں سے کبھی بھی ادا نہیں کیا، نہ ہی ایک صاع اور نا ہی نصف اور ایسا اس لیے نہیں کہ وہ فطرہ میں گیہوں نکالنے کے قائل نہ تھے (ہرگز نہیں بلکہ وہ قائل تھے) مگر انہوں نے صحابہ کرام کی پیروی کرتے ہوئے گیہوں کے علاوہ (صنف سے فطرہ) نکالا اور یہی ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی معمول تھا.

صاحب مرعاۃ نے بڑی صراحت وضاحت کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی رائے بیان کی ہے کہ ان کا اختلاف معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف مقدار کے سلسلے میں تھا.

---

(١) مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٦/ ١٩٧).

دوسرے قول کے بعض دلائل:

امام طاؤوس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ نے اہل یمن کو کہا کہ "بجائے جو اور جوار کے، باریک کپڑے اور عام پہننے کے کپڑے صدقہ میں ادا کرو، یہ تمہارے لیے زیادہ آسان ہے اور اصحاب رسول ﷺ کیلیے زیادہ فائدہ مند ہے"۔ [1]

اثر کا حکم:

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ امام طاؤس کا سماع، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اس اثر کے مزید دو جوابات دیئے جاسکتے ہیں:

ا۔ یہاں صدقۂ فطر کو سالانہ زکاۃ پر قیاس کیا گیا ہے۔ جبکہ دونوں میں کئی ایک فروق ہیں:

(أ) سبب وجوب کے اعتبار سے۔ چنانچہ سالانہ زکاۃ کے وجوب کا سبب مالداری ہے، جبکہ صدقۂ فطر کے وجوب کا سبب روزہ سے افطار کرنا یعنی ماہ رمضان ماہ رمضان کی تکمیل ہے۔

(ب) شرط کے اعتبار سے فرق: سالانہ زکاۃ کے وجوب کیلیے مال کا نصاب کو پہنچنے کے بعد اس پر ایک سال کا گزرنا ضروری ہے۔ جبکہ صدقۂ فطر میں ایسی کوئی شرط نہیں۔

(ت) صدقۂ فطر میں انسان خود اپنی طرف سے اور اپنے اہل خانہ میں سے ان کی طرف سے بھی ادا کرے گا جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے، جبکہ سالانہ زکاۃ کی ادائیگی کا ہر شخص خود ہی مکلف ہے.

---

[1] صحيح البخاري تعليقا (٢/ ١١٦)

(ث) صدقۂ فطر آزاد اور غلام سب کی جانب سے ادا کرنا واجب ہے، جبکہ سالانہ زکاۃ میں غلام کے مال میں زکاۃ واجب ہونے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

(ج) سالانہ زکاۃ کے آٹھ مصارف ہیں جبکہ صدقۂ فطر کو مصارف زکاۃ پر قیاس کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے، اور راجح قول کے مطابق اس صدقہ کو سالانہ زکاۃ کے مصارف پر قیاس کرنا درست نہیں۔

ان تمام فروق سے یہ ثابت ہوا کہ صدقۂ فطر کو سالانہ زکاۃ پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے۔

ملاحظہ ہو مقالہ ڈاکٹر محمود الخطیب۔[1]

۲۔ اگر یہ اثر صحیح بھی ہوتا اور صدقۂ فطر کو سالانہ زکاۃ پر قیاس کرنا درست بھی ہوتا تب بھی اس سے یہ استدلال کہ "مسلمان کیلیے یہ جائز ہے کہ صدقۂ فطر میں قیمت ادا کرے"، درست نہ ہوتا۔

کیوں کہ اس اثر سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام یا اس کے نائب کیلیے یہ جائز ہے کہ اگر وہ زکاۃ کے مسئلے میں فرض مال کے علاوہ کسی اور شیء کو زیادہ بہتر اور مفید سمجھتا ہے تو وہ اسے زکوٰۃ میں قبول کر سکتا ہے۔

نیز یہ بات معلوم ہے کہ سالانہ زکاۃ کی ادائیگی میں اگر واجب جنس سے بھی مال لیا جائے گا تب بھی صاحب زکوۃ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ خود سے چن کر مال دے، بلکہ امام یا نائب امام ہی خود سے چن کر اوسط درجے کا مال لے گا۔ پھر کیونکر کسی کو یہ اختیار ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی مرضی اور اپنی چاہت سے جنس تبدیل کر دے؟

لہذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ عوام کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے جو چاہے وہ دے۔

---

(۱) (مجلة الجامعة الإسلامية: العدد، ٢٤-١٤٢٤).

ان تمام باتوں سے بالکل واضح ہو گیا کہ بعض لوگوں کا اس اثر کی وجہ سے صدقۂ فطر کو سالانہ صدقہ پر قیاس کرتے ہوئے عوام کو قیمت کی ادائیگی کی اجازت دینا قیاس بالعکس ہے۔

کیونکہ -اگر یہ اثر صحیح بھی ہو تب بھی- اس سے حاکم یا حاکم کے نائب کیلیے اختیار ثابت ہو گا نہ کہ عوام کیلیے۔ فافهم وتدبر!

دوسری دلیل:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: جس کے اوپر اونٹ کی زکاۃ میں جذعہ کا نکالنا واجب ہوا ہو اور اس کے پاس حقہ ہو تو اس سے حقہ قبول کیا جائے گا۔ اور محصل زکوٰۃ بڑا جانور لینے کے سبب دو بکری یا بیس درہم اونٹ والے کو واپس کرے گا۔[1]

وجہ استدلال: نبی اکرم ﷺ مشقت کی صورت میں بیس درہم دینے کا حکم دیا، اور یہ قیمت ہے۔ لہذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زکاۃ میں قیمت کا نکالنا جائز ہے۔

جواب: یہ حدیث مستدل کے خلاف حجت ہے نہ کہ اس کیلیے حجت ہے۔

اور وہ یوں کہ اگر زکاۃ میں قیمت نکالنا جائز ہوتا تو نبی اکرم ﷺ نے خود سے قیمت متعین نہ کیا ہوتا بلکہ یہ فرماتے کہ بازار جاؤ اور تم پر جس نوعیت کا جانور فرض ہوا ہے اس کی قیمت دریافت کر کے، ایک جذعہ کی جو قیمت بنتی ہے وہ دے دو۔ مگر ایسا نہیں کہا، بلکہ:

(أ) مال کی زکاۃ مال میں سے ہی لینے کا حکم دیا۔

---

(۱) صحيح البخاري: ١٤٥٣

(ب) رہ گئی کمی کی بات تو یہ نہیں کہا کہ یہ دیکھ لو کہ "حقہ" اور "جذعہ" کے درمیان قیمت میں کتنا فرق ہے، جو معلوم ہو وہ دے دینا، بلکہ خود سے دو عمروں کے فرق کا عوض متعین فرمادیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ زکاۃ میں بھی قیمت نہیں بلکہ اسی جنس کا نکالنا واجب ہے جو فرض ہے۔ اور اگر حدیث مذکور میں موجودہ صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پائی گئی تو بازار سے قیمت دریافت کرنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ تقویم نبوی پر عمل کریں گے۔

بعض احباب نے یہ کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں غلہ بطور کرنسی دیا جاتا تھا۔

اور بطور دلیل "حدیث مصراۃ" کو پیش کیا جس میں نبی اکرم ﷺ نے دودھ کے بدلے ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا۔

اس شبہ کے کئی جوابات ہیں:

پہلا جواب: اگر اس حدیث میں دودھ کے بدلے کھجور دینے کے حکم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "غلہ زمانۂ نبوی میں بطور کرنسی استعمال ہوتا تھا" تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسألہ مصراۃ میں غلہ کی تمام انواع بطور کرنسی دی جاسکتی تھیں۔ کیوں کہ فقہاء کہتے ہیں "وأنواع الأجناس جنس" یعنی ہر جنس کی الگ الگ تمام انواع ایک ہی جنس سمجھی جائیں گی۔

لہذا ایسی صورت میں کھجور، جو، گندم یا غلہ کی کوئی بھی قسم دی جاسکتی تھی، کیونکہ معلل نے علت، غلہ کا کرنسی ہونا قرار دیا ہے۔

مذکورہ قیاس کا تقاضہ ہے کہ صورت مذکورہ میں "بطور کرنسی دیے جانے والے غلوں" میں سے کوئی بھی غلہ دینا جائز تھا، کیونکہ سب میں ایک جامع اور مشترک علت اس کا کرنسی ہونا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دودھ کے بدلے کھجور کی جگہ گندم دے تو کیا ایسا کرنا جائز ہو گا؟

قیاس کرنے والے کے قول کی بنیاد پر ایسا کرنا جائز ہو گا، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: اگر اسے (بکری) واپس کی تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی واپس کرے گا، گندم نہیں دے گا۔[1]

بہر حال یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کھجور دینے کی علت یہ ہرگز نہ تھی کہ اس کا استعمال بطور کرنسی ہوتا تھا، جس کا اقرار خود احناف نے بھی کیا ہے جیسا کہ جواب نمبر ۲ میں اس کا بیان آ رہا ہے۔

دوسرا جواب: مسألہ مصراۃ کے سلسلے میں اصول الشاشی کے محشی لکھتے ہیں کہ: (ہمارے اصحاب نے حدیث ابو ہریرہ کو اس لیے رد کر دیا کہ) وہ ہر اعتبار سے قیاس کے مخالف تھی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے کسی پر زیادتی کرتے ہوئے اس کی کوئی شیء تلف کی ہے تو اس کا جرمانہ دو میں سے کسی ایک طریقہ سے لیا جاتا ہے:

(أ) اگر اس شیء کی کوئی مثل ہے جو ہو بہو اسی کی طرح ہے تو زیادتی کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ اس مثل سے اس کی بھرپائی کرے، اسے فقہی اصطلاح میں مثل صوری کہتے ہیں۔

(ب) اور اگر اس چیز کی ہو بہو مثل موجود نہ تو پھر قیمت ادا کریں گے۔ اور اسے فقہی اصطلاح میں مثل معنوی کہتے ہیں۔

---

[1] سنن ابن ماجه (٢/ ٧٥٣)

اور جہاں تک (اس مسائلہ) میں کھجور دینے کی بات ہے تو وہ نہ ہی صورت میں دودھ کے مثل ہے اور نہ معنوی اعتبار سے اس کے مثل ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے۔[1]

غور کریں کہ حنفیہ خود اقرار کر رہے ہیں کہ حدیث کو رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کھجور بطور کرنسی استعمال نہیں ہوتا، کیونکہ اگر وہ بطور کرنسی استعمال ہوتا تو مثل معنوی میں داخل ہو جاتا اور اگر مثل معنوی میں داخل ہوتا تو پھر حدیث کو قیاس سے رد کرنا چہ معنی دارد؟ فیا للعجب!

واضح ہو کہ بعض روایات میں "صاعا من تمر" کے بجائے "صاعا من طعام" اور "صاعا من بر" کے الفاظ بھی آئے ہیں، مگر "صاعا من تمر" والی روایت کئی ایک وجوہات کی بناپر راجح ہے:

۱. "صاعا من تمر" والی روایات میں کوئی اختلاف نہیں البتہ "صاعا من طعام" والی روایت کے الفاظ میں اختلاف ہے، کہیں مطلق طعام کا لفظ وارد ہوا ہے تو کہیں "صاعا من بر" کا لفظ آیا ہے.

۲. اکثر روایات "صاعا من تمر" کے لفظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں جبکہ "صاعا من طعام" کے لفظ سے چند ایک روایات ہی منقول ہیں، جیسا کہ امام بخاری اور ابن اثیر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے.[2]

۳. "صاعا من طعام" کے الفاظ صرف ابن سیرین رحمہ اللہ سے منقول ہیں، واضح ہو کہ ابن سیرین رحمہ اللہ سے مروی روایت میں بعض راویوں نے "صاعا من طعام"[3] اور بعض دوسرے

---

[1] (أصول الشاشي وبهامشه عمدة الحواشي: ص،١٧٥)

[2] (صحيح البخاري: ٢١٤٨، جامع الأصول: ٤٩٩/١)

[3] [(صحيح مسلم: ١٥٢٤) (٢٥)].

راویوں نے "صاعا من تمر "[1] کے الفاظ بیان کیے ہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "صاعا من تمر"کا لفظ ہی ثابت ہے. جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے. [2]

نوٹ:"صاعا من بر" کا لفظ مسند البزار [3] میں واقع ہے لیکن اس کی سند میں حماد بن الجعد الھذلی نامی راوی ضعیف ہے.

بہر حال اس توجیہ سے یہ ثابت ہوا کہ حدیث میں اضطراب نہیں ہے اور حدیث مصراۃ کو رد کرنے والوں کی طرف سے اضطراب کا دعویٰ بے بنیاد ہے.

نیز یہ بھی واضح ہو کہ "صاعا من تمر" کا تعلق ضمان سے ہے ہی نہیں بلکہ یہ صلح کی ایک رقم ہے جو خریدار کو ایک صاع کھجور کی شکل میں دیا جاتا ہے خواہ دودھ ایک صاع سے زیادہ قیمت کا ہو یا ایک صاع سے کم.

تیسرا جواب: جب یہ واضح ہو گیا کہ زمانۂ نبوی میں غلہ بطور کرنسی استعمال نہیں ہوتا تھا تو اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں کسی کرنسی کا وجود تھا؟

جواب یہ ہے کہ جی ہاں! یقیناً اس کا وجود تھا اور خرید و فروخت میں اسی کا اعتبار کیا جاتا تھا۔

- **جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا «نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، وَأَنْ لاَ تُبَاعَ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَايَا».** [1]

---

[1] [(صحيح مسلم: ١٥٢٤ (٢٦)].

[2] (صحيح البخاري: ٢١٤٨).

[3] مسند البزار: ٩٩٧١.

جابر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مخابرہ، محاقلہ، مزابنہ اور درخت پر لگے ہوئے پھل کو اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا جب تک کہ وہ پک نہ جائے۔ اور ان چیزوں کی خرید و فروخت دینار و درہم کے علاوہ کسی اور چیز سے کرنے سے منع کیا سوائے بیع عرایا کے۔

امام ابن بطال رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ:

- **"بيع التمر على رءوس النخل إذا بدا صلاحه بالذهب والفضة لا خلاف بين الأمة فى جوازه، وكذلك يجوز بيعها بالعروض قياسا على الدنانير والدراهم وإنما خص عليه السلام الدنانير والدراهم فى هذا الحديث؛ لأنهما جل ما يتعامل الناس به".** (٢)

درخت پر لگے ہوئے کھجور کو پکنے کے بعد (اسی حالت میں) سونے اور چاندی کے بدلے فروخت کرنے کے سلسلے میں امت کا اجماع ہے، اسی طرح اس کو عروض (درہم و دینار کے علاوہ کسی اور چیز) کے بدلے بیچنا بھی جائز ہو گا دینار و درہم پر قیاس کرتے ہوئے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں دینار و درہم کو اس لیے خاص کیا کیوں کہ عام طور سے لوگ انہیں دونوں کے ذریعہ خرید و فروخت کرتے تھے۔

حدیث رسول ﷺ اور امام ابن بطال رحمہ اللہ کی تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ:

(أ) نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں دینار و درہم بطور کرنسی استعمال ہوتے تھے۔

---

(١) صحيح البخاري (٣/ ١١٥)

(٢) شرح صحيح البخارى لابن بطال (٦/ ٣٠٨-٣٠٩)

(ب) ابن بطال رحمہ اللہ کے قول سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ عام طور سے لوگ انہیں دو چیزوں کے بدلے خرید وفروخت کرتے تھے۔

(ت) زمانہ نبوی میں یہ دونوں کرنسیاں کافی معروف اور عام طور پر مستعمل تھیں۔

(ث) امام ابن بطال رحمہ اللہ کے قول سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض دوسری اشیاء کو بھی چیزوں کی خرید وفروخت کیلیے دینار ودرہم پر قیاس کرتے ہوئے بطور متبادل استعمال کرنا جائز ہے۔

(ج) امام ابن بطال رحمہ اللہ کے اس قیاس سے یہ ثابت ہوا کہ زر مبادلہ کے طور پر استعمال کی جانے والی چیزیں دو قسم پر ہیں:

(1) ایک وہ جو اس قیاس کیلیے اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ دینار ودرہم ہے۔

(2) دوسری وہ جسے اس اصل پر قیاس کیا گیا ہے، یعنی وہ چیزیں جن سے بعض حضرات اپنی آسانی کی خاطر دوسری چیزیں خریدتے ہیں۔ اس کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے بیع عرایا کی صورت میں درختوں پر لگی ہوئی کھجور کو گھر میں موجود کھجور کے بدلے میں بعض شروط کے ساتھ جائز قرار دیا۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں امام ابن بطال رحمہ اللہ کے اس قول کو نقل کیا ہے۔[1]

(ح) امام ابن بطال رحمہ اللہ کے قول سے ایک اہم فائدہ یہ نکلا کہ اگر زمانہ نبوی میں غلہ ہی بطور کرنسی مستعمل تھا اور دینار و درہم کے ذریعہ نادرا ہی خرید و فروخت ہوتی تو پھر غلہ ہی اصل کرنسی ہوئی اور باقی دوسری کرنسیوں کو زمانہ نبوی میں موجود کرنسی یعنی غلہ پر قیاس کریں گے۔

---

[1] فتح الباري لابن حجر (٤/ ٣٨٧)

مگر یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے۔ جو جو بقول قائل اصل کرنسی ہے، امام ابن بطال اور حافظ ابن حجر رحمہا اللہ کے نزدیک وہ فرع بن گئی اور جس کا وجود نہ کے برابر تھا بلکہ نقدی فطری کے قائلین کے مطابق جس کا استعمال بطور کرنسی نہیں ہوتا تھا، وہ ان دونوں علماء کے نزدیک اصل بن گئی۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زمانہ نبوی میں دینار و درہم کی شکل میں کرنسی کا وجود عام تھا تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر نبی اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر میں جب بعض اجناس کو مقرر کیا تو ان دونوں کرنسیوں کا ذکر کیوں نہیں کیا؟؟؟

توجواب یہ ہے کہ چونکہ صدقۂ فطر میں دو چیزیں مطلوب ہیں:

۱. ایک صاع وزن.

۲. جنس طعام یعنی اناج.

یہی وجہ ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وزن کی مقدار کم کی تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان کی تقویم پر نکیر کی اور ایک صاع ہمیشہ نکالنے کا عزم کیا. اور معلوم ہے کہ صدقۂ فطر میں قیمت نکالنے سے ادائیگی نہ ہی وزن کی صورت میں ہوگی اور نہ جنس میں ہی موافقت ہوگی۔ اور یہ حدیث رسول ﷺ کی صریح مخالفت ہے۔

لہذا اس حدیث سے یہ استدلال بالکل بے جا ہے کہ صدقۂ فطر مذکورہ اجناس سے نکالنے کا حکم اس لیے دیا گیا، کیونکہ اس زمانے میں یہی چیزیں بطور کرنسی استعمال ہوتی تھیں، اور اس کی دو وجہ ہے:

(أ) ہم نے ادلہ کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ اس زمانے میں غلہ بطور کرنسی ہرگز مستعمل نہیں تھا بلکہ دینار و درہم ہی اس زمانے کی کرنسیاں تھیں۔

(ب) نبی اکرم ﷺ نے کثیر الاستعمال کرنسی کو چھوڑ کر اناج نکالنے کا حکم دیا جو اس امر کی واضح اور یقینی دلیل ہے کہ صدقۂ فطر میں قیمت نکالنی جائز نہیں ہے۔

ایک آخری اعتراض اور اس کا جواب:

بعض احباب کا کہنا ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی خرید و فروخت کیلیے اس زمانہ میں غلہ کو بطور کرنسی استعمال کیا جاتا تھا۔

جواب: درحقیقت یہ بات بھی گذشتہ باتوں کی طرح قابل تسلیم نہیں ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گوشت لانے کیلیے بھیجا اور کہا کہ ایک درہم کا گوشت لے آئیں۔[1]

وجہ استدلال: زمانہ نبوی میں ایک پوری بکری ایک دینار میں ملتی تھی، جبکہ اس حدیث کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ جزار کے پاس تھوڑا سا گوشت خریدنے کیلیے گئے تھے جس کی قیمت ایک درہم تھی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس زمانے میں چھوٹی چھوٹی اشیاء کی خرید و فروخت میں بھی کرنسی کا ہی استعمال ہوتا تھا۔

---

[1] سنن أبي داؤد: ١٧١٤

یہاں میں ان حضرات سے ایک سوال کرتا ہوں کہ اگر بالفرض آپ کی یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے تو بھی اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ:

اتنے صحابہ کرام کے بیچ کوئی ایک صحابی بھی ایسے نہیں تھے جن کے پاس ۷/۸ لوگوں کی فیملی ہو؟ جواب یقیناہاں میں ہو گا۔

تو بتائیں کہ اگر ۷/۸ صاع کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو کیا ایک یا دو درہم بھی نہیں بنے گا؟

جب کہ گذشتہ سطور میں حدیث کے حوالہ سے یہ واضح کیا گیا کہ تھوڑا سا گوشت ایک درہم میں ملا کرتا تھا۔ پھر ۷/۸ صاع کا ایک درہم کیوں نہیں بن سکتا؟

اگر بالفرض ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ زمانہ نبوی میں کرنسی کا وجود نادر تھا پھر بھی یہ قیمت کے نکالنے کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا، صدقۂ فطر میں غلہ نکالنے کا حکم دینا صرف ان کے زمانے کیلیے نہیں تھا، بلکہ یہ ہر زمانے کیلیے تھا، کیونکہ آپ ﷺ کے علم میں تھا کہ ان کے جانے کے بعد ہی دینار و درہم اور مال وزر کی فراوانی ہو جائے گی، جیسا کہ کئی ایک احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا تم پر کھول دی جائے گی (یعنی دنیا کے خزانے صحابہ کرام کیلیے کھول دیے جائیں گے)، قیصر و کسری کی دولت تمہارے قدموں میں ہوگی اور بھی دوسری فتوحات کی بشارت دی۔[1]

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علم میں یہ بات تھی کہ آپ کے انتقال کے بعد کرنسی کی کثرت ہو جائے گی، اور جیسا کہ آج کل بعض احباب سمجھ رہے ہیں کہ کرنسی نکالنا ہی زیادہ

---

[1] (مجلة الجامعة الإسلامية: العدد، ٢٤-١٤٢٤).

آسان ہے یہی بات نبی اکرم ﷺ کو سمجھتے ہوئے حکم دینا چاہیے تھا کہ جب تمہارے پاس کرنسی کی کثرت ہو جائے تو صدقۂ فطر اس سے بھی نکال سکتے ہو، یا کم از کم ایک بار تو بیان جواز کیلیے کرنسی ضرور نکالتے۔

معروف قاعدہ ہے کہ: "ترك النبي صلى الله عليه وسلم لفعل ما، مع وجود المقتضي له وانتفاء المانع، يدل على أن ترك ذلك الفعل سنة".

اگر نبی اکرم ﷺ نے کسی کام کو نہ کیا ہو باوجود اس کے کہ اس کام کے کیے جانے کا سبب موجود ہو اور کرنے میں کوئی چیز مانع بھی نہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کام کا ترک کرنا ہی سنت ہے۔

اب صدقۂ فطر میں قیمت کے نکالنے کو اس اصول پر پرکھیں:۔

- صدقۂ فطر میں قیمت نکالنے کا سبب موجود تھا، یعنی اس وقت بھی فقراء کو اگر کرنسی دی جاتی تو وہ اس سے اپنی اہم ضرورتیں پوری کر سکتے تھے۔
- کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ یعنی کرنسی کا وجود بھی تھا اور جیسا گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ چھوٹے بڑے تمام طرح کے معاملات میں کرنسی کا استعمال عام تھا۔

☆ اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کا قیمت نہ نکالنا اور نہ اس کے نکالنے کا حکم دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صدقۂ فطر میں صرف غلہ نکالنا ہی مطلوب اور سنت نبوی کے عین مطابق ہے۔

چند ضروری وضاحتیں:

پہلی وضاحت: "طهرة للصائم وطعمة للمساكين" حکمت ہے یا علت؟

حدیث ملاحظہ فرمائیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث، وطعمة للمساكين".[1]

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے صدقہ فطر، روزہ داروں کے روزہ کو لغو کام اور بری باتوں سے پاک کرنے کیلیے اور مسکینوں کے کھانے کیلیے فرض کیا.

بعض احباب حدیث مذکور میں بیان کیے گئے امور کو علت سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ وہ صدقہ فطر کی حکمت ہے. علت اور حکمت میں فرق یہ ہے کہ اگر کوئی چیز کسی حکم کی علت ہو گی تو وہ ہمیشہ حکم کے ساتھ پائی جائے گی، لہذا اس علت کا ہونا حکم کے ہونے کی علامت اور نہ ہونا حکم کے نہ ہونے کی دلیل ہو گی. اسی لیے اصولی حضرات کہتے ہیں: "الحكم يدور مع العلة وجودا وعدما".

اور حکمت کا معاملہ اس کے برعکس ہے، عین ممکن ہے کہ حکم پایا جائے اور حکمت موجود نہ ہو اور کبھی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ حکمت پائی جائے مگر حکم نہ لگے.

مثال کے طور پر سفر میں روزہ سے افطار کرنے کی علت مجرد سفر کرنا ہے جبکہ مسافر سے مشقت کا ازالہ اس کی حکمت ہے. لہٰذا ہر وہ سفر جسے ہم سفر کہتے ہیں اس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے خواہ مشقت پائی جائے یا نہیں.

---

[1] سنن أبي داؤود: ١٦٠٩، سنن ابن ماجة: ١٨٢٧.

مگر اس کے بر عکس ان حضرات کو بطور مثال لے لیں جو بوجھ اٹھانے کا کام کرتے ہیں. یقیناً ان کی مشقت اور دشواری کسی مسافر کی مانند بلکہ اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے مگر اس کے باوجود انہیں روزہ توڑنے کی اجازت نہیں ہے. کیونکہ علت مفقود ہے.

لٰہذا حدیث مذکور میں بیان کی گئی دونوں چیزیں صدقہ فطر نکالنے کی حکمت ہے اسی لیے بعض صورتوں میں یہ حکمت پائی جاتی ہے اور بعض دیگر میں نہیں.

جب یہ واضح ہو گیا کہ علت اور حکمت کے درمیان فرق ہے تو اب حکمت پر حکم کی بنیاد رکھ کر یہ کہنا کہ غریبوں کو پیسے دیے جائیں، اصولی اعتبار سے غلط ہے.

دوسری وضاحت:

حدیث میں "طعمة" سے کیا مراد ہے؟

حدیث میں "طعمة" سے مراد طعام ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر طعام سے نکالنے کا حکم دیا جیسا کہ چند صفحات قبل بیان کی گئی حدیث میں اس کی وضاحت آئی نیز صحابہ کرام کا عمل بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے، یہ بھی یاد رہے کہ صحابہ کرام کا بعض اصناف کی مقدار میں اختلاف ہونے کے باوجود بھی انہوں نے جنس طعام تبدیل نہیں کی بلکہ صدقہ فطر طعام سے ہی ادا کیا.

لٰہذا اگر لفظ "طعمة" کئی ایک معانی کیلیے بھی بولا جاتا ہے پھر بھی عمل صحابہ سے یہ تعیین ہو جاتی ہے کہ یہاں اس مراد جنس طعام ہی ہے.

نیز یہ کہ اگر "طعمة" سے کوئی دوسرا معنی بھی مراد لے لیں پھر بھی حکم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ حکم کی بنیاد علت پر ہوتی ہے، حکمت پر نہیں جیسا کہ اس کا بیان گزرا.

تیسری وضاحت:

بعض احباب کا یہ کہنا کہ صدقہ فطر میں نکالا گیا غلہ، مساکین بازار میں بیچ کر رقم میں تبدیل کر لیتے ہیں اور جو حضرات غلہ نکالنے کے وجوب کے قائل ہیں وہ بھی ایسا کرنا جائز سمجھتے ہیں.

جواب: دراصل یہ دو الگ الگ مسئلے کو ایک ہی حکم میں جمع کرنا ہے، یاد رہے کہ صدقہ فطر ادا کرنے والے کا حکم اور ہے اور لینے والے کا حکم اور.

شریعت میں صدقہ فطر ادا کرنے والے کے لیے مختلف احکام بیان کیے گئے ہیں، مثلا: کن کن لوگوں پر یہ واجب ہوتا ہے، کب نکالنا ہے اور کتنا نکالنا اور کس جنس سے نکالنا ہے اور اس کا آخری وقت کیا ہے؟

جب کہ صدقہ فطر لینے والوں کے متعلق صرف اتنا وارد ہوا ہے کہ وہ لوگ جو مساکین کے زمرے میں آتے ہیں وہ اس میں داخل ہیں. رہا اس کے علاوہ اور دوسرے مسائل جیسے:

کیا کوئی شخص صدقہ فطر عید کی رات میں ہی استعمال کر سکتا ہے؟

کیا کوئی شخص اسے فروخت کر کے روپیہ اور پیسہ میں تبدیل کر سکتا ہے؟

یہ اور ان جیسے دیگر امور کے سلسلے میں کوئی خصوصی حکم وارد نہیں ہوا ہے، لہذا اصل پر حکم لگاتے ہوئے کہا جائے گا کہ اس کیلیے یہ تمام امور جائز ہیں. کیونکہ اس اناج کے مساکین کی ملکیت میں چلے جانے کے بعد وہ صدقہ فطر کے حکم سے نکل گیا اور مسکین اس کا مالک ہو گیا، اب مسکین کو یہ اختیار ہے کہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے ہمیں اس کی ملکیت میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں.

لہذا یہ فلسفہ ہی غلط ہے کہ: مسکین اپنی ملکیت میں تصرف کر سکتا ہے تو ہم اپنی عبادت میں بھی تصرف کر لیں.

یادرکھیں کہ آپ کی عبادت اور آپ کا فرض ادائیگی کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور اس مال میں اب دوسرے کا حق شروع ہو جاتا ہے اور دوسروں کے حقوق میں دخل اندازی درست نہیں ہے.

یہ بھی یادرہے کہ مسکین کو اس تصرف کا اختیار دلیل کی عدم موجودگی اور اصل کی بنیاد پر ہے، جبکہ ہماری عبادت کی ادائیگی کیلیے خصوصی دلائل اور خاص احکام موجود ہیں. لہذا دونوں مسئلے کو ایک دوسرے سے نہ ملائیں اور ناہی ایک دوسرے پر قیاس کریں.

آخری وضاحت:

تمام صحابہ کرام سے صدقہ فطر میں غلہ نکالنا ہی ثابت ہے، حتی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی غلہ ہی نکالنے کا حکم دیا تھا اور یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ صدقہ فطر میں قیمت نہیں نکالی جائے گی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مکمل رائے پر نکیر نہیں کی بلکہ صرف نصف صاع کے مسئلے پر نکیر فرمائی.

گویا امیر معاویہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما اس بات پر متفق تھے کہ صدقہ فطر میں جنس طعام ہی دیا جائے گا البتہ گیہوں کے مسئلے میں امیر معاویہ نصف صاع جبکہ ابو سعید خدری ایک صاع کے قائل تھے.

راجح:

مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر صدقہ فطر میں غلہ دینا ہی راجح اور درست ہے:

۱. غلہ نکالنے کے قائلین نے نص صریح اور دلیل خاص سے استدلال کیا ہے جبکہ نقد کے جواز کے قائلین کے پاس یا تو قیاس ہے یا پھر آثار تابعین، لہذا نص صریح کے مقابلے میں قیاس یا آثار تابعین سے استدلال جائز نہیں.

۲. نقدی فطرے کے قائلین نے صدقہ فطر کو زکوۃ کے مسئلہ پر قیاس کیا ہے جبکہ یہ قیاس مع الفارق ہے، جس کا بیان چند صفحات قبل گزرا.

۳. صحابہ کرام کے آثار اور ان کے تعامل سے بھی صدقہ فطر میں اناج دینا ہی منقول ہے، حتی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی صدقہ فطر میں غلہ ہی نکالا تھا.

هذا ما عندي والعلم عند الله.

اللہ رب العالمین ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے اور ہماری عبادتوں کو شرف قبولیت بخشے.

آمین.